Dr. Rizwana Perween

R.N. College Hajipur Vaishali

B.A Part - I (Hon.)

Paper - Ist

Date :- 25-08-2020

Time :- 10:30 A.M

Topic :- Zov Bahasiat Qasida-go.

ذوقؔ بحیثیت قصیدہ نگار

شیخ محمد ابراہیم نام، ذوقؔ تخلص، ۱۷۸۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حافظ غلام رسول شوقؔ سے حاصل کی اور ان ہی کے مکتب میں ذوقؔ کو شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوا۔

شروع میں کلام پر شوقؔ سے اصلاح لی۔ بعد میں شاہ نصیر کے شاگرد ہوئے۔ کتب بینی کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ جب شاہ نصیر سے شاگردی کا رشتہ منقطع ہو گیا تو خود مشقِ سخن کی عادت ڈالی۔ اور کتابوں کا مطالعہ کیا۔ شاہ نصیر، بہادر شاہ ظفرؔ کے استاد تھے۔ بادشاہ کے استاد ہونے سے ان کی شہرت بہت بڑھ گئی۔ شاہ نصیر حیدرآباد دکن چلے گئے تو بہادر شاہ ظفرؔ اپنا کلام بے قرار کو دکھانے لگے، مگر جب یہ بھی دلّی سے باہر چلے گئے، تو بادشاہ کی نظر ذوقؔ پر پڑی۔ چنانچہ بادشاہ نے استادی کا شرف ذوقؔ کو بخشا، جو آخر وقت تک ساتھ رہا۔

ذوقؔ کا رنگ سانولہ اور چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ آنکھوں کی بینائی بہت تیز تھی۔ ذہن بھی اعلیٰ درجہ کا پایا تھا۔ آواز بہت بلند تھی۔ اکثر سفید لباس میں ملبوس رہتے تھے۔ ان کے ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام محمد اسماعیل تھا۔ یہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں مارا گیا۔ ان کے شاگرد بھی بہت تھے۔ مگر سب سے زیادہ مشہور بہادر شاہ ظفرؔ، نواب مرزا خان داغؔ اور مولانا محمد حسین آزادؔ ہوئے۔ ان تینوں نے استاد کے نام کو خوب روشن کیا۔ مومنؔ اور غالبؔ ان کے ہمعصر تھے۔

بہادر شاہ ظفرؔ کے استاد ہونے سے ذوقؔ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ وہ اپنے استاد کی بڑی عزت کرتے تھے۔ قصیدوں کے صلے میں بادشاہ نے ذوقؔ کو جاگیر اور انعام و اکرام بھی عطا کیے جس سے عرصہ تک فیض یاب ہوتے رہے۔ نیز ان کو خاقانیٔ ہند، اور ملک الشعراء خطابات سے بھی سرفراز کیا گیا۔ ان کا انتقال ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۴ء دلّی میں ہوا۔ مرنے

سے چند لمحے پہلے انھیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ ذیل کا شعر اس کی پوری نمائندگی کرتا

کہتے ہیں آج ذوقؔ جہاں سے گزر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

قصیدہ نگاری

ذوقؔ اردو شاعری میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے قصیدہ گوئی کے فن کو خوب ترقی دی اور اس فن میں بلند مقام حاصل کیا۔ سوداؔ کے بعد قصیدہ گوئی کے فن میں ان ہی کا نمبر ہے۔ البتہ ان کی غزلوں میں وہ شان اور زور نہیں جو ان کے قصیدوں میں ہے۔ اصل میں ذوقؔ اپنے قصیدوں کی وجہ سے زندہ ہیں۔ اور ان کا یہ کارنامہ ہمیشہ ان کی یاد تازہ کرتا رہے گا۔ ان کے قصیدوں میں الفاظ کی شان و شوکت ترکیبوں کی دلآویزی اور بندش کی چستی پائی جاتی ہے۔ کلام میں روانی اور سلاست ہے لیکن میرؔ اور دردؔ جیسا سوز و گداز نہیں نہ مضامین میں جدت اور اپج ہے۔

فنی اعتبار سے ذوقؔ کا مقام بہت بلند ہے۔ زبان پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ محاوروں کو اشعار میں ایسا جڑتے ہیں جیسے انگوٹھی میں نگ۔ ذوقؔ اصل میں غزل گو کم، قصیدہ گو زیادہ ہیں جیسے ؎

جو کوچہ قاتل میں گیا پھر وہ نہ آیا کیا جانے مزہ کیا ہے کہ جیتا نہیں آیا

ایک اعتبار سے ان کی تشبیب کو سراہا جا سکتا ہے ان میں مختلف علوم و فنون مثلاً نجوم، طب، منطق، فلسفہ، فقہ، تصوف، تفسیر، حدیث، تاریخ اور موسیقی وغیرہ کی اصطلاحات اس کثرت سے استعمال ہوئی ہیں کہ ان سے ایک علمی فضا تیار ہو جاتی ہے۔

گریز میں بھی ذوقؔ کا کوئی خاص مرتبہ نہیں ان کی گریزیں پامال اور فرسودہ ہیں۔ مکالماتی تشبیب میں گریز کو ایک فن کی حیثیت سے برتنے کا بڑا نادر موقع ہوتا ہے۔ ذوقؔ نے متعدد تشبیہوں میں سوال و جواب کا اسلوب اپنایا ہے لیکن گریز میں وہ ذرا بھی لطافت و شگفتگی اور فنکارانہ چابکدستی کا مظاہرہ نہیں کر سکے۔ اکثر قصیدوں میں تشبیب کے بعد کسی قدر غیر مربوط طریقے سے مدح کی ابتدا ہو جاتی ہے۔

مدح میں ذوقؔ نے عموماً بڑا زورِ طبع دکھایا ہے اور پر شکوہ الفاظ و تراکیب سے ایک

جادوئی فضا قائم کر دی ہے۔ مبالغہ اور تخیل کے ذریعہ ممدوح کے مرتبہ، شجاعت، عدالت اور خلق وغیرہ کی تعریف بڑے زور شور سے کی ہے۔

ممدوحین کے بیان کے علاوہ ذوق نے ان کے ساز و سامان، تیر، تلوار، گھوڑے، ہاتھی وغیرہ کی تعریف بھی بڑے انہماک کے ساتھ کی ہے۔

قصیدے کی کامیابی کے لئے اس کے مطلع کا برجستہ، شگفتہ اور بلند ہونا ضروری ہے ورنہ سامع پورا قصیدہ سننے کے لئے کبھی متوجہ نہیں ہوگا۔ ذوق کے بیشتر قصیدوں کے مطلع ان خصوصیات سے عاری ہیں جیسے یہ مطلع دیکھئے:

ساون میں دیا پھر مہِ شوال دکھائی　　برسات میں عید آئی قدح کش کی بن آئی

یقیناً پہلے مصرع میں شگفتگی اور برجستگی موجود ہے لیکن دوسرے مصرع کے آخری ٹکڑے تک آتے ہی اس طرح ذہن لڑکھڑاتا ہے کہ پہلے مصرع کا لطف بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں سودا کا یہ مطلع کتنا برجستہ، شگفتہ اور بلند ہے ؎

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی　　نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے تمام بہتر مطلعے ان خصوصیات سے خالی ہیں کچھ ایسے مطلعے بھی ہیں جو اپنے اندر تازگی، شگفتگی اور برجستگی رکھتے ہیں مگر وہ تعداد میں بہت کم ہیں۔ ذوق نے ہر قصیدے میں ایک نئی بات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

ذوق کی تشبیہوں میں کوئی نئی بات نہیں۔ بہار و طرب، سوال و جواب، اخلاق و موعظت ان کی تشبیب کے خاص موضوعات ہیں۔ ان کے اکثر قصیدوں کی تشبیب بہاریہ ہے مگر وہ سننے والوں کو بہاریہ سے کم آشنا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لفظی صناعی کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ لفظی و معنوی صناعی کے چکر میں ان کا ذہن مضامین اور معانی کی جدت کی طرف نہیں جاتا۔ اس لئے ان کی بہار محض ایک خیالی بہار بن کر رہ گئی ہے۔

ذوق کے قصائد کا سب سے دل کش حصہ ان کی تشابیب ہیں جن کی روشنی میں ذوق کے علم و فضل کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے مدح کا نمبر اس کے بعد آتا ہے گریز کے معاملے

یں ذوق نے کچھ زیادہ پرکاری کا ثبوت نہیں دیا۔ بعض بعض گریز تو بالکل سیدھی سادی اور سپاٹ سی ہیں۔ بیشتر قصائد کا اختتام بھی کچھ زیادہ موثر نہیں، صرف دعائیہ کلمات پر قصیدہ ختم کر دیا گیا ہے، البتہ بعض دعائیہ کلمات تنوعِ فکر سے خالی نہیں۔

قصیدے کے اجزائے ترکیبی میں سب سے مقدم جزو مطلع ہے۔ ذوق کے مطلعوں میں تخیل کی اٹھان، معانی و مفاہیم کی بے ساختگی و برجستگی، اسالیبِ بیان کی ندرت و پاکیزگی اور الفاظ و اصوات کی نغمہ ریزی و تازگی بھرپور انداز میں موجود ہے۔ ان کو پڑھتے ہی ایک خاص قسم کی شعری کیفیت طاری ہوتی ہے جو فوراً ہی ان کے بعد والے تشبیبی اشعار کی تہہ دار اور مرصع سے مسحور ہو کر گہرا اور بالیدہ ہو جاتی ہے۔ اس باب میں سودا اور ذوق کے درمیان ایک فرق امتیازی ہے، سودا اپنی پرکاری کی بدولت ایک چونکا دینے والی فضا کی تعمیر کرتے ہیں اور اس کے برخلاف ذوق ایک سحر کار قسم کے پس منظر کی تخلیق کرتے ہیں جس میں کیف و نشاط کی عطر بیز تہہ داریاں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔

ذوق نے موقع و محل کی رعایت کو نظر انداز نہیں ہونے دیا، انھوں نے اپنی فکری کاوشوں کا رخ متعین کرنے میں اس نکتے کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے کہ ابلاغِ معانی کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، مثلاً بہادر شاہ ظفر کے دورِ ولی عہدی میں ایک بار ان کے غسلِ صحت کی تقریب پر ایک قصیدہ نذر گزرانا تو اس کا مطلع اس انداز سے ترتیب دیا

واہ واہ کیا معتدل ہے باغِ عالم کی ہوا
مثلِ نبضِ صاحبِ صحت ہے ہر موجِ صبا

ذوق نے زیادہ تر قصائد عید کی تقریبات پر کہے ہیں، عید کی تقریب چونکہ عبارت ہی عیش و نشاط سے ہے لہٰذا ایسے قصائد کی تشبیب کا جو رنگ ہونا چاہئے وہ ظاہر ہے، ایسی ہی ایک تقریب بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں ایک قصیدہ پیش کیا تو اس کے ابتدائی حصے کو شراب کی مدح کے لیے مخصوص کر دیا، عیش و نشاط کے جملہ متعلقات میں شراب کے علاوہ اور کون سی شے شراب سے زیادہ اس استحقاق کی حامل ہو سکتی ہے۔